ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. Apr-Jun 2025.Page#.1132-1157
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Incorporation of Un-Islamic Practices and Ideas in Islamic Sufism: A Critical and Reformative Study

اسلامی تصوف میں غیر شرعی اشغال و نظریات کی آمیزش: ایک تنقیدی و تجدیدی مطالعہ

Dr. Abdul Rahman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat Pakistan
Onlyimran2010@gmail.com
Dr. Shafique Ahmad Toor
Assistant Professor (Visiting), Department of Islamic Studies, Sub Campus University of Gujrat, Mandi Bahauddin, Pakistan
shafiqtoor2@gmail.com

ABSTRACT

Sufism represents a delicate yet profound dimension of Islamic civilization and spirituality that has, for centuries, played a pivotal role in the purification of hearts, moral refinement of souls, and the strengthening of the believer's connection with Allah. The early Sufi masters, drawing their inspiration from the Quran and Sunnah, exemplified rigorous struggle (mujahadah), asceticism (zuhd), sincerity (ikhlas), piety (taqwa), fear of God (khushyat Allah), and exemplary ethics (akhlaq al-hasanah). Their practices—such as sincere intention, remembrance and contemplation of Allah, meditation, and night vigils served as authentic indicators of nearness to God, rooted firmly in the Qur'anic and Prophetic traditions and illuminated by the asceticism and devotion of the Companions, the Followers (Tabi'un), and the pious predecessors (Salaf al-Salih).However, over time, deviations and excesses began to infiltrate the originally pure and authentic concept of Sufism. While Sufism continued to be a means of spiritual advancement and reform for the Muslim community, it simultaneously absorbed certain practices and ideas that were not only un-Islamic but, in some cases, explicitly contradictory to the Shariah of the Prophet Muhammad ﷺ. The institutionalization of specific Khanqah (Sufi lodge) systems, unsubstantiated concepts of spiritual master-disciple relationships (Piri-Muridi), dubious litanies and invocations (awraq and adhkar), ecstatic states and dance (wajd and raqs), gatherings of musical listening (sama'), seeking help from graves (tawassul), legitimizing visions and inspirations (kashf and ilham) as absolute proofs, and the philosophical doctrine of Wahdat al-Wujud (Unity of Existence) are among those innovations that have marred the pristine fabric of Islamic Sufism.This study critically examines whether these ideas and practices are truly derived from Islam's foundational sources the Quran, Sunnah, consensus (ijma'), and reasoned analogy (qiyas) or whether they represent foreign influences drawn from Hindu, Greek, Persian, or Neo-Platonic philosophies that have detached Sufism from its authentic spirit. The present research attempts a critical and reformative analysis aimed at distinguishing the pure Islamic principles of Sufism from the later-introduced innovations and un-Islamic practices. Through a thorough examination of the Prophetic traditions (Ahadith), this study seeks to identify which practices are genuinely rooted in the Sunnah and which fall within the realms of innovation (bid'ah) and superstition (khurafat). Moreover, it highlights the imperative of religious renewal (tajdid) aimed at restoring Sufism on its original, simple, and Qur'anic foundations. The purpose of this research

is neither to reject nor disparage Sufism but rather to purify, reform, and renew it so that it may serve as a harmonious and authentic system of spiritual purification within Islam, guiding the Muslim community toward true devotion and nearness to Allah, rather than becoming a ground for innovation and polytheistic ideas.

Keywords: Incorporation, Islamic Sufism, Contemplation, Institutionalization, philosophies, Polytheistic.

تصوف اسلامی تہذیب و روحانیت کا ایک ایسا نازک مگر اہم پہلو ہے جس نے صدیوں تک قلوب کی تطہیر، نفوس کی تہذیب، اور تعلق باللہ کی استواری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بالخصوص ابتدائی صوفیاء نے کتاب و سنت کی روشنی میں مجاہدہ، زہد، اخلاص، تقویٰ، خشیتِ الٰہی اور اخلاقِ حسنہ کی وہ عملی تصویر پیش کی جو امت کے لیے تسکین و تطہیر کا ذریعہ بنی۔ حسنِ نیت، ذکر و فکر، مراقبہ اور شب زندہ داری جیسے اعمال اس دور میں قربِ الٰہی کی اصل علامت تھے، جن کی جڑیں قرآن و سنت میں پیوست تھیں اور جنہیں صحابۂ کرام، تابعین اور سلف صالحین کے زہد و ورع سے جلا ملی۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ تصوف کے اس اصل اور خالص تصور میں افراط و تفریط کا در آنا شروع ہوا۔ جہاں ایک طرف تصوف نے روحانی ارتقاء کا ذریعہ بن کرامت کی اصلاح کی، وہیں دوسری طرف اس میں بعض ایسے افکار و اشغال داخل ہو گئے جو نہ صرف غیر اسلامی تھے بلکہ بعض صورتوں میں صریحاً شریعتِ محمدی ﷺ کے منافی بھی تھے۔ مخصوص خانقاہی نظام، پیری مریدی کے غیر شرعی تصورات، غیر ثابت شدہ وظائف و اذکار، وجد و رقص، سماع کی مجالس، قبروں سے استعانت، کشف و الہام کو حجت بنانا، اور وحدت الوجود جیسے مبہم فلسفیانہ تصورات نے اسلامی تصوف کو تحریفات و بدعات کی آماجگاہ بنا دیا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ تمام افکار و اشغال اسلام کے بنیادی ماخذات — قرآن، سنت، اجماع اور قیاس — سے ماخوذ ہیں؟ کیا ان صوفیانہ طرزِ عمل کی کوئی مثال صحابۂ کرام یا تابعین کی زندگیوں میں ملتی ہے؟ یا یہ سب بعد کی صدیوں میں ہندو، یونانی، ایرانی یا نوافلاطونی فلسفوں سے ماخوذ وہ اجنبی اثرات ہیں جنہوں نے اسلامی تصوف کو اس کی اصل روح سے جدا کر دیا؟ اسی تناظر میں ایک تنقیدی و تجدیدی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش ہے جس میں تصوف کے خالص اسلامی اصولوں اور بعد ازاں اس میں در آنے والی بدعات و غیر شرعی اشغال کو الگ الگ کیا جائے گا۔ حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے گا کہ کون سے اعمال سنت سے ماخوذ ہیں اور کون سے بدعت و خرافات کے دائرے میں آتے ہیں۔ نیز تجدیدِ دین کے اُس تقاضے کو اجاگر کیا جائے گا جس کا مقصد تصوف کو اس کی اصل، سادہ، اور قرآنی بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد تصوف کی مخالفت یا اس کے رد میں طعن و تشنیع نہیں بلکہ اس کی اصلاح، تطہیر اور تجدید ہے تاکہ وہ دینِ اسلام کے ہم آہنگ نظامِ تزکیہ کی حیثیت سے امت کی ہدایت کا ذریعہ بن سکے، نہ کہ بدعتوں اور شرک آمیز افکار کا میدان۔

غیر شرعی متصوفانہ اشغال کی اشاعت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو نہ صرف عقائد و ایمانیات کی تلقین کرتا ہے بلکہ عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرتی امور میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہو تاکہ ایک مکمل اور متوازن اسلامی شخصیت پروان چڑھ سکے۔ اسلامی تصوف اسی توازن کی عملی صورت ہے جس میں ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح مطلوب ہے۔ چنانچہ صوفیاء کرام نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنا کر سلوک کی منازل طے کرنے کی دعوت دی۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ تصوف میں کچھ ایسے اشغال بھی داخل ہو گئے ہیں جو یا تو اسلامی شریعت سے متصادم ہیں یا بعد ازاں ان پر ایسے نظریات مرتب ہو گئے جو خالص اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر کسی اور سمت چلے گئے۔ ایسے اشغال کی نہ تو قرآن و سنت میں بنیاد موجود ہے اور نہ ہی سلف صالحین کے عمل سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ صوفیاء نے ابتدا میں کچھ اشغال سالکین کی تربیت کے لیے اختیار کیے جو وقتی اور مشروط طور پر جائز قرار دیے گئے، لیکن بعد ازاں یہی اعمال رواج پا کر تصوف کا مستقل حصہ بن گئے، اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو نہ صرف غیر شرعی ہیں بلکہ توحید، عبادات، اور ایمان کے اصولوں سے متصادم ہیں۔

غیر شرعی اشغال کی اقسام:

غیر شرعی اشغال کی اقسام میں:

سماع کی مجالس میں غلو

اگرچہ بعض صوفیاء نے سماع کو قلوب کی نرمی کا ذریعہ قرار دیا، لیکن وقت کے ساتھ اس میں موسیقی، رقص، اور غیر اسلامی افعال داخل ہو گئے۔ اس پر مولانا اشرف علی تھانوی نے شدید تنقید کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ [1]

تصرفات اور کرامات پر حد سے زیادہ زور

بعض حلقوں میں صوفیاء کے روحانی تصرفات کو اس حد تک بڑھا دیا گیا کہ وہ نبوت جیسی صفات سے مشابہ ہو گئے۔ یہ نظریہ اسلامی عقائد کے لیے خطرناک ہے کیونکہ اس سے توحید خالص پر ضرب پڑتی ہے۔ [2]

شطحیات اور وحدت الوجود کے غلو آمیز تصورات

اگرچہ بعض صوفیاء نے وحدت الوجود کو فلسفیانہ انداز میں پیش کیا، لیکن عوامی حلقوں میں اس نظریہ نے غیر اسلامی عقائد کو جنم دیا، جیسے "انا الحق" یا "اللہ ہم میں حلول کر گیا" جیسے کلمات، جو شریعت سے صریح انحراف ہیں۔ [3]

قبروں پر چلہ کشی، مراقبہ، اور توسل کے نام پر شرک کے قریب افعال بعض سلسلوں میں قبروں سے فیض لینے کا عقیدہ عام ہوا، جو کہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ [4]

مولانا اشرف علی تھانوی کی اصلاحی خدمات

مولانا اشرف علی تھانوی نے برصغیر کے تناظر میں تصوف کی اصلاح کی زبردست کوشش کی۔ انہوں نے نہ صرف غیر شرعی اشغال کو رد کیا بلکہ صوفیانہ تعلیمات کو کتاب و سنت کے تابع بنانے کی پرزور حمایت کی۔ ان کی درج ذیل کتب میں یہ رجحان نمایاں طور پر نظر آتا ہے:

1. **اصلاح الرسوم:** اس کتاب میں تصوف میں داخل غیر اسلامی رسوم و رواج پر تنقید کی گئی ہے اور ان کی اصلاح کا جامع خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ [5]
2. **حق السماع:** اس کتاب میں سماع اور قوالی جیسے اشغال پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ان کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ [6]

---

[1] اشرف علی تھانوی، حق السماع، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1992ء، ص27۔
Ashraf Ali Thanwi. *Haq al-Sama'*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1992, p. 27.

[2] اشرف علی تھانوی، اصلاح الرسوم، مکتبہ اشرفیہ، ملتان، 1991ء، ص42۔
Ashraf Ali Thanwi. *Islah al-Rusum*. Multan: Maktabah Ashrafiyyah, 1991, p. 42.

[3] اشرف علی تھانوی، تعلیم الدین (حصہ پنجم)، دار الاشاعت کراچی، 2003ء، ص63۔
Ashraf Ali Thanwi. *Taleem al-Din* (Part 5). Karachi: Dar al-Isha'at, 2003, p. 63.

[4] اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1990ء، ص18۔
Ashraf Ali Thanwi. *Hifz al-Iman*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1990, p. 18.

[5] اشرف علی تھانوی، اصلاح الرسوم، مکتبہ اشرفیہ، ملتان، 1991ء، ص40۔
Ashraf Ali Thanwi. *Islah al-Rusum*. Multan: Maktabah Ashrafiyyah, 1991, p. 40.

[6] اشرف علی تھانوی، حق السماع، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1992ء، ص30۔
Ashraf Ali Thanwi. *Haq al-Sama'*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1992, p. 30.

3. **تعلیم الدین (حصہ پنجم):** اس کتاب میں عام مسلمانوں کو دین کے بنیادی عقائد و اعمال سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ تصوف کی انحرافی شکلوں پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔[7]
4. **حفظ الایمان:** عقائد کی اصلاح کے سلسلے میں یہ کتاب نہایت اہم ہے، جس میں غیر اسلامی نظریات اور اعمال کو واضح انداز میں مسترد کیا گیا ہے۔[8]

توجہ و تصرف: ایک غیر شرعی اشغال کی حقیقت

مولانا اشرف علی تھانوی برصغیر کے ان اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے تصوف کے میدان میں اصلاحی جدوجہد کی اور اسے کتاب و سنت کے تابع کرنے کی سنجیدہ کوشش کی۔ آپ نے اپنے خطبات، مواعظ، اور رسائل میں بارہا ان اشغال و رسوم پر تنقید کی جو عوام الناس میں تصوف کے نام پر رواج پا چکی تھیں مگر ان کی اصل اسلام سے ہم آہنگ نہیں تھی۔ ایسے ہی اشغال میں سے ایک نمایاں شغل "توجہ و تصرف" ہے۔ عوام الناس میں اسے روحانی کمال اور ولایت کی علامت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ مولانا تھانوی کے نزدیک یہ ایک غیر شرعی اور محل نظر عمل ہے، جس کے دنیاوی و دینی نقصانات دونوں ہیں۔

توجہ و تصرف کی تعریف

توجہ و تصرف ایک ایسی نفسی قوت ہے جس کے ذریعے عامل کسی دوسرے کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ صوفیانہ اصطلاح میں اسے "ہمت" یا "تصرف" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد خیالات کی قوت پر رکھی گئی ہے، اور اسے عامل اپنی مشق اور توجہ کے ذریعے تقویت دیتا ہے۔ مولانا تھانوی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "التعرف فی تحقیق التصرف" تحریر فرمایا، جو بعد ازاں آپ کے مجموعہ رسائل "بوادر النوادر" میں شامل کیا گیا۔ اس رسالہ میں آپ نے واضح کیا کہ:

> "یہ قوت کوئی دینی کمال نہیں، نہ ہی قربِ الٰہی کی کوئی علامت ہے۔ ہر فاسق و فاجر بھی اس قوت کو مشق سے حاصل کر سکتا ہے۔ جس طرح جسمانی قوتیں جیسے ہاتھ پاؤں استعمال کیے جا سکتے ہیں، اسی طرح یہ قوت بھی ایک فطری صلاحیت ہے، جو دین سے مخصوص نہیں۔"[9]

توجہ و تصرف کے نقصانات:

مولانا تھانوی اس اشغال کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ نقصان دہ قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس کے دینی اور دنیوی نقصانات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے:

1. دنیوی نقصان:

اس مشق کی کثرت سے عامل کی دماغی و قلبی قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں مختلف نفسیاتی و جسمانی امراض پیدا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

---

[7] اشرف علی تھانوی، تعلیم الدین، دار الاشاعت، کراچی، 2003ء، ص65۔
Ashraf Ali Thanwi. *Taleem al-Din*. Karachi: Dar al-Isha'at, 2003, p. 65.

[8] اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1990ء، ص15۔
Ashraf Ali Thanwi. *Hifz al-Iman*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1990, p. 15.

[9] اشرف علی تھانوی، التعرف فی تحقیق التصرف، ضمن بوادر النوادر، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1994ء، ص243۔
Ashraf Ali Thanwi. *Al-Ta'aruf fi Tahqiq al-Tasarruf*, in *Bawadir al-Nawadir*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1994, p. 243.

2. دینی نقصان:

عوام الناس اسے ولایت کی علامت سمجھ کر عامل کو بزرگ تصور کرنے لگتے ہیں۔ اس سے اعتقادی گمراہی پیدا ہوتی ہے، جو توحید و سنت کے منافی ہے۔ مزید یہ کہ مرید اس پر اکتفا کر کے باطنی اصلاح اور شریعت پر عمل سے غافل ہو جاتے ہیں، جو عملی نقصان ہے۔

"عوام جب کسی شخص میں تصرف کی صلاحیت دیکھتے ہیں تو اسے ولی اللہ سمجھ بیٹھتے ہیں، اور پھر اس کی ہر بات کو بلا دلیل ماننے لگتے ہیں۔ یہ عمل تقلیدی جمود اور شرعی بے راہ روی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔"[10]

سلف صالحین کا طرزِ عمل

مولانا تھانوی کے مطابق سلف صالحین کے زمانے میں اس قسم کے اشغال کا رواج نہ تھا، کیونکہ ان کی فطرتیں سلامت تھیں اور وہ دین کو کتاب و سنت کی روشنی میں سمجھنے والے لوگ تھے۔ اس دور میں نہ تو ایسے غیر شرعی اشغال کو ولایت کا معیار مانا جاتا تھا اور نہ ان کی تبلیغ کی جاتی تھی۔

بہشتی زیور میں اصلاح

بہشتی زیور میں بھی مولانا تھانوی نے مختلف مقامات پر اس طرح کے توہمات اور رسوم پر تنبیہ کی ہے۔ آپ نے عوامی ذہن سازی کرتے ہوئے سادہ اور عام فہم انداز میں بتایا کہ:

"کسی کے تصرف یا توجہ سے مرعوب نہ ہو، نہ اسے دین داری کی علامت سمجھو، بلکہ دین کی اصل بنیاد علم و عمل ہے، نہ کہ کوئی غیر معمولی مشق یا کرامت۔"[11]

دیگر معاصر علماء کی رائے:

مولانا عبد الباری ایروی، جو برصغیر کے ایک ممتاز محقق و مفکر تھے، انہوں نے بھی مولانا تھانوی کی تصوف میں اصلاحی خدمات کی تائید کرتے ہوئے تصرف جیسے اشغال کو رد کیا۔ ان کے مطابق:

"تصوف کا اصل مقصد باطنی پاکیزگی اور شرعی زندگی ہے، نہ کہ غیر معمولی مشقیں جن سے عقل و نقل دونوں متصادم ہوں۔"[12]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نزدیک توجہ اور مولانا تھانوی کی وضاحت

تصوف کی تاریخ میں "توجہ" ایک ایسا مفہوم رہا ہے جسے صوفیاء کرام نے روحانی تربیت کے لیے استعمال کیا۔ تاہم، بعض ناعاقبت اندیش صوفیاء نے اس توجہ کو بزرگی، ولایت اور روحانی تصرف کا معیار بنا لیا، جسے اکابرین نے واضح طور پر رد کیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے، جس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حقیقی صوفیاء "توجہ" جیسے اشغال کو خود عمل سے جدا نہیں سمجھتے تھے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا واقعہ

مولانا تھانوی فرماتے ہیں:

---

[10] اشرف علی تھانوی، بوادر النوادر، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1994ء، ص 245۔
Ashraf Ali Thanwi. *Bawadir al-Nawadir*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1994, p. 245.

[11] اشرف علی تھانوی، بہشتی زیور، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 2002ء، ص 215۔
Ashraf Ali Thanwi. *Bahishti Zewar*. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 2002, p. 215.

[12] عبد الباری ایروی، تجدید تصوف و سلوک، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص 324۔
Abdul Bari Arawi. *Tajdeed Tasawwuf wa Sulook*. Lahore: Idara Islamiyat, 2001, p. 324.

"حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جب بمبئی تشریف لے گئے تو ایک سوداگر نے عرض کیا کہ حضور! دعا فرما دیجیے کہ خدا تعالیٰ مجھے حج نصیب کرے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ ایک شرط پر دعا کروں گا، اور وہ یہ کہ جس دن جہاز چلے اس دن مجھے اپنے اوپر پورا اختیار دے دو، میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھا دوں گا، پھر وہ تمہیں لے جائے گا۔ جب تک یہ نہ ہو، صرف میری دعا سے کیا کام چل سکتا ہے؟"[13]

یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ صرف روحانی توجہ یا دعا پر تکیہ کرنا درست نہیں بلکہ اس کے ساتھ عملی اقدام بھی لازم ہے۔

جاہل صوفیاء کے ہاں تصرف: بزرگی کا معیار

بعض جاہل صوفیاء نے "توجہ" اور "تصرف" کو اس حد تک بڑھا دیا کہ اسے بزرگی کی علامت قرار دے دیا۔ مولانا تھانوی اس طرزِ فکر پر سخت تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لوگوں نے بزرگی کا معیار یہ تراش رکھا ہے کہ جو شخص آنکھوں سے دیکھتے ہی مدہوش کر دے، یا زمین پر پٹخ دے، وہی بڑا بزرگ ہے۔ حالانکہ اگر یہ بزرگی کی علامت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو استعمال فرماتے۔ جب کفار نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے غفلت کا انتظار فرمایا تاکہ بچ نکلیں۔ اگر تصرف بزرگی کی دلیل ہوتی تو آپ صرف ایک نگاہ سے انہیں مدہوش کر سکتے تھے۔"[14]

یہ تنقید دراصل اس رویے پر ہے جو عقل و نقل دونوں سے ماوراء خرافات کو دین کا حصہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

صوفیاء کے ہاں "توجہ" کا متعارف طریقہ اور اس پر تنقید

صوفی سلسلوں میں ایک معروف طریقہ یہ بھی ہے کہ شیخ یا مرشد اپنے دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے مخصوص توجہ سالک کی طرف مبذول کرتا ہے تاکہ اس کی باطنی اصلاح ہو۔ اس طریقے کو بعض حضرات نے مسنون اصلاحی طریقہ قرار دے رکھا ہے۔

"یہ متعارف توجہ، یعنی شیخ اپنے قلب کو خاص حالت میں لا کر مرید پر توجہ ڈالے، یہ مسنون طریقہ نہیں۔ کیونکہ اس سے مرید خود کوشش چھوڑ دیتا ہے اور محض توجہ پر اعتماد کرتا ہے، جو کہ نقصان دہ ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"توجہ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو غیر اختیاری ہے، جیسے کسی کے لیے دل سے دعا نکلے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے، محبت پیدا ہو، یہ درست ہے۔ دوسری وہ جو متعارف ہے کہ قلب کو خالی کر کے تصور کے ساتھ خاص تاثیر ڈالنے کی کوشش کی جائے، یہ بھی اگرچہ جائز ہے لیکن یہ ذوقی پسندیدہ نہیں۔ اس میں قوتِ برقیہ کا استعمال ہوتا ہے، جو انسان کے اندر قدرتی طور پر موجود ہے، جیسے زمین میں بھی برقی قوت ہوتی ہے۔"[15]

برقی قوت، نظر بد اور توجہ

---

[13] اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، جلد دوم، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1996ء، ص 134۔
Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 2. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1996, p. 134.

[14] اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، جلد دوم، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1996ء، ص 135۔
Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 2. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1996, p. 135.

[15] اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، جلد دوم، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 1996ء، ص 136۔
Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 2. Lahore: Maktabah Ashrafiyyah, 1996, p. 136.

مولانا تھانوی توجہ کے اثرات کو "قوتِ برقیہ" کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جیسے ٹیلی گراف اور ریڈیو کی لہریں بغیر تار کے سفر کرتی ہیں، ویسے ہی انسانی نفس سے خارج ہونے والی "قوتِ برقیہ" دوسرے انسان پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اسی اصول پر نظر بد بھی کام کرتی ہے۔[16]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نزدیک توجہ کی حقیقت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے توجہ اور تصرف کی حقیقت کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ بمبئی تشریف لائے تو ایک تاجر نے ان سے عرض کیا: حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حج کی سعادت نصیب فرمائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک شرط کے ساتھ دعا کروں گا کہ جس دن جہاز روانہ ہو اُس دن تم مجھے اپنے اوپر مکمل اختیار دے دینا، تاکہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں زبردستی جہاز پر سوار کرا دوں۔ جب تک یہ شرط قبول نہ کرو، محض دعا سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔"[17]

یہ واقعہ اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے کہ محض دعا یا روحانی تصرف پر اعتماد کافی نہیں، بلکہ عمل اور ارادہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ شریعت اور سعی کو اصل قرار دیا ہے۔

جاہل صوفیاء کے ہاں تصرف بزرگی کا معیار

مولانا تھانوی غیر شرعی تصرفات کے متعلق فرماتے ہیں:

> "عوام نے بزرگی کا معیار یہ طے کر رکھا ہے کہ جو شخص صرف نظر سے لوگوں کو مدہوش کر دے، وہی بڑا ولی ہے۔ اگر واقعی یہی معیار ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سب سے زیادہ استعمال کرنا چاہیے تھا، لیکن جب کفار نے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ نے ان کے غافل ہونے کا انتظار کیا، نہ کہ نگاہ ڈال کر سب کو مدہوش کر دیا۔"[18]

یہ توہمات تصوف کی روح کے خلاف ہیں اور عوام کو ظاہری کرامات کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں، جس سے اصل تربیت و اصلاح پس منظر میں چلی جاتی ہے۔

توجہ متعارف کا غیر مسنون ہونا

صوفیاء کے ہاں ایک طریقہ رائج ہے کہ شیخ اپنی توجہ مرید پر ڈال کر اس کی اصلاح کرتا ہے۔ مولانا تھانوی کے نزدیک یہ طریقہ "متعارف توجہ" کہلاتا ہے جو مسنون طریقہ اصلاح نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> "اس طریقے میں مشق کے ذریعہ قلبی قوتیں دوسرے پر منتقل کی جاتی ہیں، جسے بعض مشائخ نے اختیار کیا۔ اس کا اثر وقتی ہوتا ہے اور مرید کیفیت کو نفع سمجھ کر اعمال شریعت سے غافل ہو جاتا ہے۔ سنت سے اس کی تائید نہیں ملتی اور اس میں قلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹتا ہے، جو غیرتِ دینی کے منافی ہے۔ اصلاح کا اصل طریقہ وعظ، نصیحت اور دعا ہے۔ توجہ، اللہ تعالیٰ کا کام ہے، بندے کا نہیں۔"[19]

---

[16] عبد الباری ایروی، تجدید تصوف و سلوک، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص94-96۔

Abdul Bari Arawi. *Tajdeed Tasawwuf wa Sulook*. Lahore: Idara Islamiyat, 2001, pp. 94–96.

[17] (اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 2017، ج8، ص90)

Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*. Multan: Idara Taleefat Ashrafiyyah, 2017, vol. 8, p. 90.

[18] (اشرف علی تھانوی، تجدید تصوف و سلوک، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2005، ص94)

Ashraf Ali Thanwi. *Tajdeed Tasawwuf wa Sulook*. Lahore: Idara Islamiyat, 2005, p. 94.

[19] (اشرف علی تھانوی، تجدید تصوف و سلوک، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2005، ص96)

برصغیر کے مزارات اولیاء پر بدعات وغیر شرعی اشغال

برصغیر پاک وہند میں اولیاء کے مزارات پر بدعات کا جو منظر نظر آتا ہے وہ قابلِ افسوس ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، اور مولانا تھانوی جیسے مصلحین نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

> "آج کل بزرگوں کے درباروں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہرگز طریقت نہیں بلکہ افراط و خرافات کی راہ ہے۔ تیرھویں صدی کے مجددین نے ان رسومات کی شدید مذمت کی ہے۔ کیا یہ مذاق نہیں کہ جن بزرگوں نے بدعات سے روکا، آج انہی کے مزارات پر انہی کے نام پر وہی بدعات جاری ہیں"[20]

غیر شرعی متصوفانہ اشغال کی اشاعت

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف عقائد بلکہ عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرتی نظام کی جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تصوف کا مقصد بھی ظاہر و باطن کی اصلاح اور تزکیۂ نفس ہے۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ بعض صوفیاء نے سلوک کی منازل طے کرنے کے لیے ایسے اشغال اختیار کیے جو شریعت سے متصادم تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان غیر شرعی اشغال کی نشاندہی کی اور ان کی اصلاح کی کوشش کی۔

توجہ و تصرف کی حقیقت

مولانا تھانویؒ نے "التعرف فی تحقیق التصرف" میں توجہ و تصرف کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی دینی کمال نہیں ہے، بلکہ ایک نفسی قوت ہے جو مشق سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کا استعمال دینی و دنیوی نقصان کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ عوام اسے ولایت کی علامت سمجھتے ہیں اور مرید اس پر قناعت کر کے اصلاح کا عمل ترک کر دیتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا موقف

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بھی توجہ و تصرف کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا۔ ایک واقعہ میں جب ایک شخص نے حج کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا کہ دعا اس شرط پر کروں گا کہ جس دن جہاز چلے، تم مجھے مکمل اختیار دو کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھا دوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف دعا پر انحصار کافی نہیں، بلکہ عملی اقدام بھی ضروری ہے۔

صوفیاء کے ہاں توجہ کا طریقہ

صوفیاء کے ہاں مروجہ توجہ کا طریقہ، جس میں شیخ اپنے دل کو خطرات سے خالی کر کے مرید پر توجہ دیتا ہے، مولانا تھانویؒ کے نزدیک مسنون نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طریقے سے مرید کام چھوڑ دیتا ہے اور توجہ کو ہی کافی سمجھتا ہے، جو اصلاح کے عمل میں رکاوٹ بنتی ہے۔

مزاراتِ اولیاء پر بدعات اور غیر شرعی اشغال

برصغیر میں اولیاء کے مزارات پر بدعات اور غیر شرعی اشغال کا رواج عام ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود نے "آثار الاحسان فی سیر السلوک والعرفان" میں لکھا ہے کہ آج کل کے بزرگوں کے درباروں میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہرگز طریقت نہیں بلکہ افراط کی راہ ہے۔ مجددین کرام نے ان بدعات کی کھلی تردید کی ہے۔

Ashraf Ali Thanwi. *Tajdeed Tasawwuf wa Sulook*. Lahore: Idara Islamiyat, 2005, p. 96.

[20] (خالد محمود، آثار الاحسان فی سیر السلوک والعرفان، ادارہ کمالات اشرفیہ، لاہور، 2010، ص 223)

Khalid Mahmood. *Aasar al-Ihsan fi Seer al-Sulook wa al-Irfan*. Lahore: Idarah Kamalat Ashrafiyyah, 2010, p. 223.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا موق:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مزارات پر ہونے والی بدعات کے بارے میں فرمایا:

"ہر شخص جو اجمیر جاتا ہے یا سالار مسعود کی قبر کا رخ کرتا ہے اور ان جیسے دوسرے مقامات پر حاجت طلبی میں جاتا ہے، وہ اس درجے کا گناہ گار ہے کہ قتل وزنا کے گناہ سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب ہے۔"

انہوں نے مزید فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجعلوا زيارة قبری عبداً

یعنی میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزارات پر بدعات کا ارتکاب شریعت کے خلاف ہے۔

اسلامی تصوف کا اصل مقصد تزکیۂ نفس اور شریعت کی پیروی ہے۔ تاہم، بعض غیر شرعی اشغال اور بدعات نے تصوف کی اصل روح کو متاثر کیا ہے۔ علماء کرام نے ان بدعات کی نشاندہی کی اور ان کی اصلاح کی کوشش کی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تصوف کو اس کی اصل روح کے مطابق اپنائیں اور شریعت کی پیروی کو مقدم رکھیں۔

اولیاء اللہ کی قبور پر بدعات و رسوم باطلہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا اشرف علی تھانوی کا مؤقف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، بدعات و خرافات کے سد باب کے لیے نہایت واضح اور دوٹوک موقف رکھتے تھے۔ انہوں نے مزار پرستی، حاجت روائی، اور قبروں کو مرکزِ عبادت بنانے کو دین میں تحریف کا پیش خیمہ قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

> "یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دین میں تحریف کے داخل ہونے کے تمام دروازے بند کیے جائیں، جیسے یہود و نصاریٰ نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو عید گاہیں اور حج کے مراکز بنا کر دین کو بدل دیا۔"[21]

اسی طرح، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اجمیر، سالار مسعود، اور دیگر مزاروں پر حاجات طلب کرنے والوں کے بارے میں سخت موقف اختیار کیا:

> "جو کوئی اجمیر یا سالار مسعود جیسے مقامات پر اپنی حاجتوں کے لیے جاتا ہے، وہ ایسے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جو قتل و زنا سے بھی بڑھ کر ہے۔ ایسا شخص اس کے مانند ہے جو بتوں کی عبادت کرتا ہو یا لات و عزیٰ کو مصیبت کے وقت پکارتا ہو۔"[22]

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی مروجہ غیر شرعی رسومات کو سختی سے رد کیا۔ انہوں نے "قصد السبیل" میں بیان فرمایا:

> "آج کل اکثر درویشوں میں کچھ رسمیں رائج ہو گئی ہیں، ان میں سے بعض تو صریح خلافِ شرع ہیں، جیسے قبروں کے گرد طواف کرنا، انہیں بوسہ دینا، ان پر غلاف چڑھانا، بزرگوں سے منت ماننا اور کچھ طلب کرنا۔"[23]

مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

---

[21] (شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، دار الصحوۃ، قاہرہ، 1407ھ، ص56)
Shah Waliullah. *Al-Fawz al-Kabir fi Usul al-Tafsir*. Cairo: Dar al-Sahwah, 1407 AH, p. 56.

[22] (شاہ ولی اللہ، تفسیمات العید، حوالہ: خالد محمود، آثار الاحسان فی سیر السلوک والعرفان، محمود پبلیکیشن، لاہور، 2006ء، جلد1، ص70)
Shah Waliullah. *Taqseemat al-Eid*. Quoted in: Khalid Mahmood, *Aasar al-Ihsan fi Seer al-Sulook wa al-Irfan*, vol. 1. Lahore: Mahmood Publications, 2006, p. 70.

[23] (مولانا اشرف علی تھانوی، قصد السبیل، تشریح و تخصیص: مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، کراچی، 2010ء، ص56)
Maulana Ashraf Ali Thanwi**.** *Qasd al-Sabeel*. Annotated and explained by Mufti Muhammad Shafi. Karachi: Idarat al-Ma'arif, 2010, p. 56.

"بعض رسمیں اگرچہ ابتداءً جائز ہوتی ہیں، لیکن جب ان کے ساتھ غلط عقائد منسلک ہو جائیں تو ناجائز ہو جاتی ہیں۔ مثلاً عرس، قل خوانی، مجلسِ درود وغیرہ، جنہیں بعض لوگ درویشی کا لازمی جزو سمجھتے ہیں۔ اگر ان میں عقیدہ شامل ہو جائے کہ ان سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو یہ نہایت مذموم بدعت بن جاتی ہے۔"[24]

حضرت تھانوی رحمہ اللہ شجرہ خوانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اگر شجرہ محض دعا کے واسطہ کے طور پر ہو تو جائز ہے، لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ ان حضرات کے ناموں کے ذریعہ ہماری طرف متوجہ ہوں گے، تو یہ عقیدہ بلا دلیل اور باطل ہے، اور اس کی ممانعت قرآن سے ثابت ہے:

و لا تقف ما لیس لک بہ علم۔[25]

اولیاء اللہ کی قبروں کی مٹی بطور سرمہ استعمال کرنا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اولیاء کرام کی قبروں کی مٹی کو بطورِ سرمہ استعمال کرنے کے باطل عقائد پر سخت گرفت فرمائی۔ ایک ملفوظ میں آپ بیان فرماتے ہیں:

"ایک صاحب کا خط آیا کہ میں آنکھوں کا مریض ہوں، کسی نے مشورہ دیا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب کی قبر کی مٹی آنکھوں میں سرمہ کی جگہ ڈلواؤ، میں نے جواب دیا کہ 'کہیں رہی سہی بینائی بھی نہ جاتی رہے۔' پھر فرمایا کہ لوگوں میں کس قدر غلو پیدا ہو چکا ہے۔"[26]

یہ ملفوظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قبروں سے فیض لینے کا غلط تصور عوام الناس میں شدید غلو کا باعث بن چکا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس عمل کو نہ صرف غلط بلکہ بینائی جیسے قیمتی نعمت کے ضیاع کا سبب قرار دیا۔

سماع، ڈھولک اور موسیقی کے آلات کا استعمال شرعاً حرام ہے:

برصغیر میں بعض متصوفین نے 'سماع' کی آڑ میں موسیقی، رقص، اور لہو ولعب کو رواج دیا ہے۔ حالانکہ اصل 'سماع' نہایت سخت شرائط کا متقاضی ہے اور شرعی دائرے میں محدود ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آج کل جو کچھ 'سماع' کے نام پر کیا جا رہا ہے، وہ اصل میں لہو ولعب ہے۔ میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام 'حق السماع' ہے، اس کا مطالعہ کرنا کافی ہے۔ حضرت شاہ نجات اللہ صاحب کرسی (مزار پر) کے سامنے کسی نے زور سے لکڑی ماری تو انہوں نے فوراً منع فرمایا۔ ان کی احتیاط کا یہ حال تھا اور آج کل ڈھولک، سارنگی، ستار، ہارمونیم، گراموفون—یہ سب گویا عام ہو چکے ہیں۔ یہ کوئی 'سماع' نہیں بلکہ کھلم کھلا معصیت اور قطعی حرام ہے۔ ایسے افعال سے بزرگوں کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اصل 'سماع' کی اپنی شرائط ہیں جن کا ذکر اس رسالے میں تفصیل سے موجود ہے۔"[27]

---

[24](ایضاً، ص57)

Ibid. p. 57.

[25](بنی اسرائیل: 36)"

The Holy Qur'an, Surah Bani Isra'il (Al-Isra) 17:36.

[26](مولانا اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1433ھ، جلد4، ص32)

Maulana Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 4. Multan: Idarat al-Taleefat Ashrafiyyah, 1433 AH, p. 32.

[27](مولانا اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1433ھ، جلد4، ص88)

یہ اقتباس اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ جو رقص و موسیقی آج کل 'سماع' کے نام پر مروج ہے، وہ صوفیائے کرام کے اصل طرزِ عمل کے خلاف ہے اور شریعت کی رو سے صریحاً حرام ہے۔

مروجہ سماع اور رقص کی حرمت پر حدیثِ رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب میری امت پندرہ خصلتوں میں مبتلا ہو جائے گی تو اس پر بلائیں نازل ہوں گی۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ گانے والی عورتوں اور سازو سرود کو عام کر دیا جائے گا۔"[28]

اس حدیث مبارکہ میں موسیقی، رقص و سرود کے عام ہو جانے کو فتنہ و عذاب کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں جو کچھ 'سماع' اور 'عرس' کی مجالس میں ہو رہا ہے، وہ اسی فتنہ کی شکلیں ہیں جن کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی۔ یہ تمام دلائل اور حوالہ جات واضح کرتے ہیں کہ مزاراتِ اولیاء پر مٹی کا استعمال، موسیقی، دھمال، اور دیگر غیر شرعی افعال محض بدعات ہی نہیں بلکہ شریعتِ محمدی ﷺ کی صریح مخالفت ہیں، جن کا ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

غیر شرعی سماع، قبروں کی تعظیم اور تصوف میں بدعات: ایک علمی و تحقیقی تجزیہ

حدیث نبوی اور موجودہ صوفیانہ رسومات

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب میری امت پندرہ خصلتیں اختیار کرے گی تو اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی... (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) گانے والی عورتیں اور موسیقی کے ساز و سامان کا رواج عام ہو جائے گا۔"

اس حدیث کی روشنی میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صوفیاء کے بعض غیر شرعی افعال پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بعض جہلاء صوفیاء نے سماع میں اس قدر غلو کیا ہے کہ عورتوں کا آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا سننا بھی برا نہیں سمجھتے، حالانکہ حدیث سے ان دونوں باتوں کی مذمت ظاہر ہے۔"[29]

قبروں کی مٹی بطورِ سرمہ استعمال کرنے کا غلط عقیدہ

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ایک ملفوظ میں عوام میں رائج قبروں کی تعظیم کے غیر اسلامی تصورات پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک صاحب کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ آنکھوں کا مرض ہے، کسی نے کہا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب کی قبر کی مٹی بطور سرمہ استعمال کرو۔ میں نے لکھ دیا کہ کہیں رہی سہی بینائی بھی نہ جائے۔ اس پر فرمایا کہ لوگوں میں کس قدر غلو ہے۔"[30]

Maulana Ashraf Ali Thanwi**.** *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 4. Multan: Idarat al-Taleefat Ashrafiyyah, 1433 AH, p. 88.

[28](امام ترمذی، سنن الترمذی، کتاب الفتن، حدیث: 2210، تحقیق: علامہ البانی، دار المعرفہ، بیروت، 2010ء، قال حسن غریب)

Imam al-Tirmidhi. *Sunan al-Tirmidhi*, Kitab al-Fitan, Hadith no. 2210. Verified by Al-Albani. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 2010. Declared as "Hasan Gharib".

[29](تھانوی، اشرف علی، ملفوظات حکیم الامت، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ساہیوال، 1433ھ، جلد 4، ص 88)

Ashraf Ali Thanwi. *Malfoozat Hakim al-Ummah*, vol. 4. Sahiwal: Idarat al-Taleefat Ashrafiyyah, 1433 AH, p. 88.

[30](تھانوی، اشرف علی، ملفوظات حکیم الامت، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ساہیوال، 1433ھ، جلد 4، ص 32)

غیر شرعی سماع اور آلاتِ موسیقی کی حرمت

مولانا تھانوی رحمہ اللہ اس بارے میں ایک مستقل رسالہ "حق السماع" تصنیف کر چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

"آج کل جو کچھ 'سماع' کے نام پر کیا جاتا ہے، وہ صرف لہو ولعب ہے

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش: عبداللہ بن سبا اور نظریہ باطنیت

اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں عبداللہ بن سبا کی شخصیت ایک فتنہ انگیز کردار کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کے فتنوں اور عقائد کی جھلک متعدد مستشرقین اور اسلامی محققین نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہے۔ ڈاکٹر کلین، سر ولیم میور، پروفیسر نکلسن، ڈاکٹر جے این بالسٹر، پروفیسر پی کے ہٹی، پروفیسر عباس اقبال اور امام محمد بن عبد الکریم نے عبداللہ بن سبا کے وجود، اس کی تحریکوں اور فرقہ واریت میں اس کے کردار کی گواہی دی ہے۔ ان تمام محققین کے مطابق عبداللہ بن سبا نے جن عقائد کو فروغ دیا، خاص طور پر عقیدۂ حلول، اس سے دو بڑے خطرناک نتائج برآمد ہوئے:

1. اسلام کے خالص عقائد میں غیر اسلامی اور مشرکانہ تصورات کو شامل کر دیا۔

2. مسلمانوں کی وحدت، یکجہتی اور ملت واحدہ کو پارہ پارہ کر کے فتنہ پروری کی بنیاد رکھی۔

اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدائی صفات سے متصف کر کے مسلمانوں میں انسان پرستی کا نظریہ پھیلایا اور یوں امت کو تقسیم کر دیا۔ چنانچہ اس نے ایک طرف وحدانیت کی اساس کو کمزور کیا اور دوسری طرف فرقہ واریت کو تقویت دی۔

عبداللہ بن سبا اور اس کی پیروی کرنے والوں کے زیرِ اثر، اسلامی تصوف میں بھی بعض غیر اسلامی نظریات کی آمیزش کی کوششیں کی گئیں۔ ان میں ایک نمایاں نظریہ باطنیت ہے۔

نظریہ باطنیت

باطنیت کا نظریہ اسماعیلی فکر سے ماخوذ ہے، جس میں یہ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ ہر لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں؛ ایک ظاہری (شریعت کی سطح) اور دوسرا باطنی (حقیقت یا معرفت کی سطح)۔ اس نظریہ کے علمبرداروں کا کہنا تھا کہ:

> "قرآن و حدیث کے الفاظ کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک ظاہر جو عام فہم کے لیے ہے اور دوسرا باطن جو صرف اہل اسرار کے لیے مخصوص ہے۔ جو لوگ صرف ظواہر کو لیتے ہیں وہ شریعت کی سطح پر رہتے ہیں، اور جو باطن تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں وہ شریعت کی قیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔"

پروفیسر یوسف سلیم چشتی اس نظریے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "باطنیہ نے سب سے زیادہ خطرناک دروازہ یہ کھولا کہ ہر لفظ کا ایک ظاہری اور ایک باطنی مطلب ہوتا ہے۔ انہوں نے باطنی مطلب کو اس قدر اہمیت دی کہ ان کا اصل نام 'اسماعیلیہ' متروک ہو گیا اور وہ 'باطنیہ' کہلانے لگے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ظاہری معانی عوام کے لیے ہیں جبکہ باطنی اسرار صرف خواص کے لیے مخصوص ہیں۔ یوں دین کو ایک طبقاتی ساخت میں ڈھال دیا گیا اور شریعت کو عوام کے لیے اور حقیقت کو مخصوص لوگوں کے لیے قرار دیا۔"[31]

باطنی نظریہ رکھنے والوں نے دعویٰ کیا کہ:

Ashraf Ali Thanwi. Malfoozat Hakim al-Ummah, vol. 4. Sahiwal: Idarat al-Taleefat Ashrafiyyah, 1433 AH, p. 32.

[31] (چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص22-26)

Yusuf Saleem Chishti. *Islami Tasawwuf mein Ghair Islami Nazriyat ki Amezish*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, pp. 22–26.

"جو شخص اہلِ باطن کی صحبت اختیار کر کے ان کے اسرار سے آگاہ ہو جائے، وہ شریعت کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔"[32]

یہ سوچ اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ اسلام میں شریعت اور حقیقت کو الگ الگ نہیں بلکہ لازم وملزوم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات میں ظاہری اعمال ہی انسان کو باطنی کمالات تک پہنچاتے ہیں۔ یہ کہنا کہ شریعت کی پابندیاں صرف عوام کے لیے ہیں اور خاص لوگ ان سے مستثنیٰ ہیں، دراصل دین میں تحریف اور فتنہ انگیزی ہے۔ مزید یہ کہ اس باطنی نظریہ نے اسلامی عقائد میں حلول، وحدت الوجود اور انسان پرستی جیسے غیر اسلامی اور مشرکانہ تصورات کی راہ ہموار کی، جس سے اسلامی تصوف کا خالص چشمہ متاثر ہوا۔

باطنیت کی تعلیمات، تصوف میں رخنہ اور اسلامی عقائد پر اس کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بیان فرمایا:

"وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ"[33]

"اور وہ ان پر سے بوجھ اتارتے ہیں اور وہ طوق بھی جو ان کی گردنوں میں پڑے تھے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد انسانوں کو گمراہ کن اور ظالمانہ نظاموں سے نجات دینا اور انہیں فکری و عملی غلامی سے آزاد کرنا تھا۔ مگر دوسری طرف باطنیت ایک ایسی تحریک تھی جو بظاہر تصوف کی آڑ میں ظاہر ہوئی اور باطنی تاویلات کے ذریعے عوام الناس کو شریعت کی ظاہری ہدایات سے منحرف کرتی چلی گئی۔

ظاہر وباطن کی تفریق: باطنیت کا اصل حربہ:

باطنیہ نے ابتدا میں "ظاہر و باطن" کی تفریق کو علمی فلسفے کی صورت میں پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر دینی حکم کا ایک ظاہری اور ایک باطنی مطلب ہوتا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ عام لوگ صرف ظاہری احکام پر عمل کریں جبکہ "اہلِ اسرار" (یعنی صوفیاء یا باطنی گروہ کے افراد) ان باطنی معانی سے واقف ہوتے ہیں، چنانچہ وہ شریعت کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس سوچ نے اس حد تک جڑ پکڑ لی کہ بعض صوفی گروہوں میں یہ عقیدہ عام ہو گیا کہ "شریعت کا حکم کچھ اور ہے اور طریقت کا حکم کچھ اور"۔ پھر اس فکر کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ سالک کو جیسے ہی "معرفت" یا "یقین" حاصل ہو جائے، وہ شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ"[34]

یہ صریحاً قرآن کی معنوی تحریف ہے، اور اس قسم کے باطنی افکار نے لاکھوں مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا کیا۔ عام لوگ، جو شریعت کے علمی اسرار سے واقف نہیں ہوتے، جب کسی کو صوفی لباس میں دیکھتے اور اس سے معرفت وباطن کے لطیف نکات سنتے تو بغیر تحقیق کیے اسے ولی اللہ مان لیتے۔ اگر کوئی عام شخص ان کے خلاف آواز بلند کرتا تو اسے گستاخ یا "اہلِ ظاہر" کہہ کر رد کر دیا جاتا۔

باطنیت: ایک باغیانہ تحریک

---

[32] (ایضاً)

Ibid

[33] (سورہ الأعراف:157)

The Holy Qur'an, Surah al-A'raf 7:157.

[34] (سورۃ الحجر:99)

The Holy Qur'an, Surah al-Hijr 15:99.

پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب باطنیت کی اصل حقیقت یوں واضح کرتے ہیں:

"میرے سالہا سال کے مطالعے کے بعد یہ قطعی عقیدہ ہے کہ سبائیت اور اس کی نکھری ہوئی شکل یعنی باطنیت، دراصل نبوت ورسالتِ محمدی کے خلاف ایک باغیانہ تحریک تھی، جس نے ولایت کے پردے میں نبوت کی تحقیر و تذلیل کی۔"[35]

اس بیان کے ثبوت کے طور پر چشتی صاحب نے ایک باطنی صوفی ملا سلطان محمد گنابادی کی کتاب ولایت نامہ سے ایک اقتباس پیش کیا ہے۔ اس اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"ولایت کے درجے پر فائز شخص کو نہ صرف شرعی احکام سے بالاتر سمجھا جاتا ہے، بلکہ وہ اپنے مقام پر خود شارع بھی بن جاتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باطنیت صرف ایک فکری انحراف نہیں بلکہ عملی طور پر اسلام کے بنیادی عقائد و احکام سے انکار کی راہ ہے۔ باطنیت کی تحریک ایک ظاہری تصوف کے لبادے میں لپٹی ہوئی خطرناک فکری بغاوت تھی۔ اس نے ولایت، معرفت اور باطن کے مقدس الفاظ کا سہارا لے کر شریعت، رسالت اور توحید کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ اسلامی علماء و محققین نے اس خطرے کو بروقت پہچانا اور امت کو آگاہ کیا۔

باطنیہ کے گمراہ عقائد: رسالت و ولایت کی تفریق اور ان کے اثرات

باطنیہ کے عقائد میں ایک بنیادی گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے رسالت اور ولایت کے مابین ایک مصنوعی تفریق پیدا کی، جس سے دین اسلام کی وحدت کو نقصان پہنچا۔ ان کے مطابق رسالت کا تعلق صرف احکامِ ظاہری سے ہے، جبکہ ولایت کا تعلق احکامِ باطنی سے ہے۔ یوں وہ شریعت (ظاہری احکام) اور طریقت (باطنی احکام) کو دو مختلف راہوں کے طور پر پیش کرتے ہیں، حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق شریعت اور طریقت دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔

قرآن کی آیت کی تحریف اور اس سے باطنی مفہوم اخذ کرنا

"يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ"[36]

کا مطلب یہ نکالا کہ "بلکہ اللہ تم پر احسان کرتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی"۔ باطنیہ اس آیت کو بنیاد بنا کر یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اسلام صرف رسول کی ظاہری اطاعت (احکام شریعت) کا نام ہے، جبکہ ایمان ولایت کی باطنی بیعت کے بغیر ممکن نہیں۔

رسالت اور ولایت کی علیحدگی:

باطنیہ کے نزدیک "قبولِ رسالت" کا مطلب ہے احکامِ ظاہری کو مان لینا، یعنی شریعت پر عمل، جبکہ "قبولِ ولایت" کا مطلب ہے احکامِ باطنی کو ماننا، یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ولایت کو تسلیم کرنا۔

وہ مزید دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"رسالت محمدی کو قبول کرنا اسلام ہے، اور ولایتِ علی کو قبول کرنا ایمان۔"

یہی تفریق ان کے اس عقیدے کی بنیاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصد حضرت علی کی ولایت کو ظاہر کرنا تھا۔

---

[35] (چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص35)

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, p. 35.

[36] (الحجرات:17)

The Holy Qur'an, Surah al-Hujurat 49:17.

آیت تبلیغ کی تحریف

"يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ "[37]

"اے محمد! تیری رسالت ولایت علی کا مقدمہ ہے۔ اگر تُو نے ولایت کی تبلیغ نہیں کی تو گویا تُو نے رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔"

یہ تفسیر سراسر گمراہی پر مبنی ہے اور دین کی بنیادی تعلیمات کی نفی کرتی ہے، کیونکہ قرآن و حدیث میں کسی بھی مقام پر ولایتِ علی کو دین کا لازمی رکن قرار نہیں دیا گیا۔

حدیث کی غلط تعبیر

باطنیہ اس fabricated (موضوع) حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"اگر علی نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا"

اس جھوٹے قول کی بنیاد پر وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

"ولایت، نبوت سے افضل ہے کیونکہ ایمان، اسلام سے افضل ہے۔ جب تک کوئی شخص ولایتِ علی پر ایمان نہ لائے، وہ مومن نہیں ہو سکتا۔"

مزید یہ کہ ان کے مطابق:

"رسالتِ محمدی بذاتِ خود کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی بلکہ وہ محض ولایتِ علی کا مقدمہ ہے۔"

یہ تمام افکار اسلامی عقائد سے انحراف اور گمراہی پر مبنی ہیں، کیونکہ نہ قرآن مجید اور نہ ہی صحیح احادیث میں ایسی کوئی تعلیم موجود ہے جو نبوت و رسالت کو ثانوی حیثیت دیتی ہو۔

تبصرہ و تجزیہ

اسلامی عقائد میں نبوت کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور افضل البشر قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن ان کی ولایت کو رسالت پر مقدم کرنا اسلامی اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔

حضرت علی خود فرمایا کرتے تھے:

"میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم و عمل کے لیے منتخب فرمایا، لیکن میں صرف ایک بندہ ہوں، نبی نہیں ہوں۔

باطنیت میں رسالت و ولایت کا مقام: عقیدۂ افضلیتِ ولایت بر رسالت

باطنی افکار میں سب سے زیادہ خطرناک اور صریح گمراہی پر مبنی عقیدہ یہ ہے کہ بعض گروہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل قرار دیا۔ ان کے نزدیک رسالت صرف ایک وسیلہ ہے، اصل مقصد "گرفتنِ بیعتِ ولایتِ علی" ہے۔ چنانچہ ان کے عقیدے کے مطابق چونکہ "مقصد" وسیلہ سے افضل ہوتا ہے، اس لیے ولایتِ علی، رسالتِ محمدی سے افضل ہے۔ اس عقیدے کا خلاصہ یہ ہے:

"رسالت ذریعہ یا واسطہ ہے حصول مقصد کا، اور وہ مقصد ہے گرفتنِ بیعتِ ولایتِ علی۔ اور یہ بات محتاجِ ثبوت نہیں کہ ذریعہ یا وسیلہ، مقصد سے کمتر ہوتا ہے۔ پس ولایت افضل ہے رسالت سے۔ یعنی صاحبِ ولایت افضل ہے صاحبِ رسالت سے۔ بالفاظِ دیگر: حضرت علی افضل ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔"

یہ نظریہ قرآن کے صریح احکام کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[37] (المائدہ:67)

The Holy Qur'an, Surah al-Ma'idah 5:67.

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ"[38]

"وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ بعثتِ رسالت کا مقصد "دینِ حق کو تمام باطل ادیان پر غالب کرنا" ہے، نہ کہ ولایتِ علی کے لیے بیعت لینا۔ مگر باطنی صوفی سلطان العارفین ملا سلطان محمد گنابادی نے یہ عقیدہ پیش کیا کہ:

"اللہ نے رسول کو اس لیے بھیجا کہ وہ حضرت علی کی ولایت پر لوگوں سے بیعت لے، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہو جائیں گے۔"[39]

یہ عقیدہ رسالتِ محمدی کی تنقیص اور اسلامی عقیدۂ توحید و رسالت کی صریح مخالفت ہے۔ جیسا کہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے بجا طور پر لکھا:

"یہ وہ نکتہ ہے جس میں عقل حیران ہے اور قیاس سرگردان۔"[40]

بیکتاشی فرقہ: ایک باطنی صوفی تحریک

پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے باطنی صوفی گروہوں کی تاریخ پر تحقیق کرتے ہوئے "بیکتاشی فرقہ" کی تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ یہ فرقہ ترکی میں فعال تھا اور اس کے نظریات باطنیت کے گہرے اثرات سے لبریز تھے۔ اس کے بانی کا تعارف کچھ یوں ملتا ہے:

"اس فرقے کا بانی حاجی بیکتاش ولی تھا، جو 680ھ / 1281ء میں خراسان (جو اسمٰعیلی دعاؤں کا مرکز تھا) سے اناطولیہ آیا اور 738ھ / 1337ء میں وفات پا گیا۔ ترک عوام میں اس فرقے کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔"[41]

بیکتاشی فرقے کے بنیادی عقائد یہ تھے:

1. اللہ ایک واحد حقیقت ہے – یعنی ہر چیز مظہرِ الٰہی ہے۔
2. محمد رسول اللہ اور علی، دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔
3. اللہ، محمد اور علی کے درمیان "عینیت" (یعنی اتحاد) کا تعلق ہے۔

یہ تین نکات دراصل تثلیث (Trinity) کا باطنی اسلامی ورژن تھے، جو کہ خالص توحید کے اسلامی عقیدے کے صریح منافی ہیں۔ ان عقائد میں واضح طور پر حلول، وحدت الوجود اور غلو کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق غالی عقائد اور غیر اسلامی صوفیانہ افکار:

---

[38](سورۃ التوبہ: 33)

The Holy Qur’an, Surah al-Tawbah 9:33.

[39](گنابادی، سلطان محمد، ولایت نامہ، دانش گاہ چاپ خانہ، تہران، 1385ھ، ص 20)

Gunabadi, Sultan Muhammad. *Wilayat Nama*. Tehran: Daneshgah Chapkhana, 1385 AH, p. 20.

[40](چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص 85)

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, p. 85.

[41](چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص 85)

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, p. 85.

اسلامی تصوف کی تاریخ میں بعض ایسے رجحانات بھی پیدا ہوئے جنہوں نے تصوف کے نام پر غلو، باطنیت، حلول، اور شرکیہ عقائد کو رواج دیا۔ ان میں سب سے نمایاں باطنیہ، اسماعیلیہ، اور بعض دیگر غالی گروہ ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو افراط کا نشانہ بنایا، یہاں تک کہ انہیں اللہ کا مظہر یا بذاتِ خود اللہ تک قرار دے دیا۔

محمد اور علی ایک شخصیت – ایک باطل عقیدہ

بعض غالی فرقوں اور متصوفانہ گروہوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ:

"محمد اور علی در حقیقت ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔"

یہ عقیدہ بنیادی اسلامی عقائد، توحید، اور مقامِ رسالت و صحابہ کے سراسر منافی ہے۔ اس عقیدے کے ذریعے وحدتِ وجود، حلول اور شرک فی الذات کی راہ ہموار کی گئی۔ ان تصورات کو اسلامی صوفیاء کی اکثریت نے کبھی قبول نہیں کیا، بلکہ ایسے غالی تصورات کے خلاف برملا اظہار کیا۔

خطبۃ البیان – ایک غیر معتبر اور موضوع نص

خطبۃ البیان کو غالی شیعہ اور اسماعیلی باطنیہ حلقوں میں تقدس حاصل ہے، جبکہ محدثین اور اہل سنت کے علماء اسے موضوع (جعلی) اور غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ اس نص میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات منسوب کیے گئے ہیں:

1. "میرے پاس مفاتیح الغیب ہیں، جنہیں محمد کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
2. عزرائیل میرا تابع ہے۔
3. میں لوح محفوظ ہوں، میں حجۃ اللہ ہوں، میں حجۃ الانبیاء ہوں۔
4. میں قسیم النار والجنت ہوں، میں اللہ کا دل ہوں، میں نوحِ اول ہوں۔
5. میں ذوالقرنین ہوں، میں عالم ماکان ومایکون ہوں، میں منشی السحاب ہوں،
6. میں منظر الانھار ہوں، میں قیوم السماء ہوں۔"[42]

یہ تمام عبارات عقیدۂ توحید اور صحابہ کرام کی حقیقت پسندانہ سیرت کے خلاف ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بارہا اعلان فرماتے تھے کہ وہ عبداللہ (اللہ کے بندے) ہیں، اور ان کے بارے میں کوئی غلو نہ کرے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔

نور بخشیہ سلسلہ – تصوف کی آڑ میں شیعی غلو کا پرچار

تصوف کی تاریخ میں بعض ایسے گروہ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے گمراہ نظریات کو روحانیت کے پردے میں چھپایا۔ ان میں سے ایک نور بخشیہ سلسلہ ہے۔

بانی اور عقائد

اس سلسلے کا بانی سید محمد بن عبداللہ تھا، جو 795ھ / 1293ء میں کوہستان کے علاقے قائمین میں پیدا ہوا۔ اس نے ابتدا میں خواجہ اسحاق خطلانی سے بیعت کی، جو کہ امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خلیفہ تھے۔ خواجہ اسحاق نے اسے "نور بالش" کا لقب دیا۔ نور بالش نے یہ دعویٰ کیا کہ:

"مجھے روحانی فیض امام جعفر صادق سے حاصل ہوا ہے۔"

---

[42] چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص144۔

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, p. 144.

اس کی تعلیمات میں غالی شیعہ عقائد نمایاں تھے، جیسے خلفائے ثلاثہ کی تنقیص، اہل بیت کی الوہیت، اور امامت کے غلو پر مبنی دعوے۔ یہاں تک کہ اس نے امام مہدی المنتظر ہونے کا بھی دعویٰ کر ڈالا، جس کی وجہ سے خود شیعہ علماء نے بھی اس سے اظہارِ لاتعلقی کیا۔

کشمیر میں نور بخشیہ کی تبلیغ:

نور بخشی عقائد کو کشمیر میں شمس الدین نامی ایک شخص نے پھیلایا، جو اپنے وطن ایران کے علاقے "شولطان" سے نکل کر پہلے ملتان آیا، پھر 1502ء میں کشمیر پہنچا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بلتستان گیا جہاں اس نے نور بخشیہ عقائد کی تبلیغ کی۔ بعد ازاں کشمیر واپس آکر ان نظریات کو منظم انداز میں عام کیا۔[43]

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی تصوف میں جن غیر اسلامی نظریات کی آمیزش کی گئی، ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ عقائد تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو غلو کا نشانہ بناتے تھے۔ ان عقائد کا اصل ماخذ یا تو باطنیہ، اسماعیلیہ اور غالی شیعہ فرقے تھے، یا پھر نور بخشیہ جیسے خود ساختہ صوفی سلسلے، جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے اپنی جھوٹی روحانی قیادت کو منوانا چاہا۔ اسلام میں نہ کسی نبی کو اللہ کا مظہر مانا جا سکتا ہے، نہ کسی ولی کو ذاتِ خداوندی کے ساتھ خلط ملط کیا جا سکتا ہے۔

قرامطہ کا تصوف کے پردے میں الحاد اور باطل نظریات کی ترویج

تاریخ شاہد ہے کہ مختلف باطنی و الحادی تحریکوں نے تصوف کو بطورِ آلہ استعمال کرتے ہوئے اپنے غیر اسلامی افکار کو عوام الناس میں پھیلایا۔ انہی باطل تحریکات میں سے ایک تحریک قرامطہ کی ہے، جو ابتدا میں سیاسی نعرہ لے کر اٹھی، مگر رفتہ رفتہ ان کا اصل چہرہ آشکار ہوا اور ان کا تعلق اسماعیلی باطنیہ سے واضح ہو گیا۔ قرامطہ نے جہاں بھی قدم رکھا، وہاں کے مقامی رسوم و رواج کو اختیار کیا تاکہ آسانی سے عوام میں نفوذ حاصل کیا جا سکے۔ اس حکمتِ عملی کا خلاصہ ان کے مشہور اصول "جیسا دیس ویسا بھیس" سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان کے دُعاۃ (مبلغین) ہندوستان میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہندوانہ رنگ اختیار کیا، صوفیوں، جوگیوں اور ہندو پیروں کی وضع قطع اپنائی، اور اپنے ناموں سے پہلے "پیر" کا سابقہ استعمال کیا تاکہ عوام میں دینی رہنما کے طور پر جانے جائیں۔

مزید بر آں، قرامطہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وشنو کے دسویں اوتار کے روپ میں پیش کر کے ہندو عقائد سے مطابقت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح تصوف کے لبادے میں ان باطنی دعاۃ نے اسلامی تعلیمات میں الحاد، غلو اور غیر اسلامی نظریات کو اس چابک دستی سے داخل کیا کہ عامۃ المسلمین ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

"قرامطہ نے ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا کہ 'جیسا دیس ویسا بھیس'۔ چنانچہ جب ان کے دعاۃ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہندو صوفیوں اور جوگیوں اور پیروں کے طور طریقے اختیار کیے اور ہندوؤں میں حضرت علی کو 'وشنو' کے دسویں اوتار کے روپ میں پیش کیا۔ عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ناموں سے پہلے 'پیر' کے لقب کا اضافہ کیا۔"[44]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق غلو اور "علومِ مخفیہ" کا افسانہ

---

[43] چشتی، یوسف سلیم، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، الحمود اکیڈمی، لاہور، 1997، ص 33

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, pp. 33–34.

[44] (چشتی، یوسف سلیم۔ اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش۔ لاہور: الحمود اکیڈمی، 1997۔ ص 34–36)

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997, pp. 34–36.

ان فرق ضالہ کی ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ انہوں نے حضرت علی سے ایسے باطنی و مخفی علوم منسوب کیے جو نہ قرآن میں تھے، نہ حدیث میں، بلکہ دعویٰ کیا کہ یہ "سینہ بہ سینہ" چلے آرہے ہیں اور خاص اولیاء کو منتقل ہوتے ہیں۔

تاہم اس دعویٰ کی کھلی تردید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واضح بیان سے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی سے پوچھا گیا:

"کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ حضرات کو (اہل بیت کو) کچھ ایسی مخصوص باتیں بتائیں جو دوسروں کو نہیں بتائیں"[45]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَا، إِلَّا فَهْمًا يُؤْتَاهُ الرَّجُلُ فِي الْقُرْآنِ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ."

"نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو قرآن کے فہم میں خصوصیت عطا فرما دے یا اس صحیفے میں جو کچھ درج ہے۔"

اس صحیفے کو دیکھا گیا تو اس میں صرف دیت، قصاص، اور چند شرعی سزائیں درج تھیں۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا "غیبی علم" یا "باطنی صحیفہ" نہ تھا جو قرآن و حدیث سے جدا ہو۔ باطنی فرقوں نے تصوف کے پردے میں اسلامی عقائد میں زہر گھولنے کی کوشش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو بنیاد بنا کر ایسے عقائد پیش کیے گئے جن کی اصل نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ مگر اہل سنت کا موقف واضح اور مستند احادیث پر مبنی ہے کہ حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کو جو بھی علوم حاصل ہوئے، وہ صرف قرآن و سنت کے فہم کی برکت سے تھے، نہ کہ کسی مخفی یا سینہ بہ سینہ چلنے والے الہامی صحیفے سے۔

غیر اسلامی نظریاتی فرقوں کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا موقف

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے برصغیر میں اسلامی عقائد و اعمال کو لاحق ہونے والے خطرات اور متصوفانہ بدعات و خرافات کے خلاف نہایت مؤثر علمی و اصلاحی جدوجہد کی۔ ان کے نزدیک بعض فرقوں اور گروہوں نے ایسے نظریات رائج کیے جن کا مقصد دین اسلام کو مسخ کرنا تھا۔ ان میں سے ایک خطرناک نظریہ یہ تھا کہ:

"بعض علوم کتاب و سنت سے نہیں بلکہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں۔"

یہ تصور نہ صرف غیر شرعی بلکہ فتنہ پرور ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ گمراہ کن خیال دراصل عبد اللہ بن سبا کا ایجاد کردہ ہے، جو ایک یہودی تھا اور بطور نفاق مسلمان ہوا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں غلو آمیز اور شرکیہ عقائد کی بنیاد رکھی۔ اس نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ:

"اسلام کو تلوار سے مٹانا ممکن نہیں، لہٰذا اس کی تعلیمات کو باطنیت کے پردے میں بگاڑ دو۔"

اسی مقصد کے تحت سینہ بہ سینہ علوم، پوشیدہ معارف، اور صوفیانہ اسرار کا جھوٹا سلسلہ گھڑا گیا، تاکہ دین کی اصل بنیاد کتاب و سنت سے ہٹا کر شخصیات اور خواب و الہامات پر مبنی کر دی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے:

"اِنّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنّا لَہٗ لَحافِظُونَ"[46]

---

[45] (امام احمد بن حنبل، مسند البزار، حدیث حضرت علی، قم:466؛ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب لایقتل مسلم بکافر، حدیث: 2648)

Imam Ahmad ibn Hanbal. *Musnad al-Bazzar*, Hadith of Hazrat Ali, Qom: 466; also see: *Sahih al-Bukhari*, Book of Blood Money, Chapter "A Muslim is not killed for a disbeliever," Hadith 2648.

[46] (سورۃ الحجر:9)

The Holy Qur'an, Surah al-Hijr 15:9.

یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امت میں بہت سے گمراہ فرقے وجود میں آئے، دین اپنی اصل شکل میں محفوظ رہا۔

مولانا تھانوی مزید فرماتے ہیں کہ:

"یہ بات غلط ہے کہ بعض علوم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں۔ہاں! بعض دقیق علوم صرف اعلیٰ فہم و فراست والوں کو سمجھ میں آسکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کتاب و سنت سے ماوراء ہوں۔"

انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ امت میں فرقے بننا ایک طبعی اور فطری امر ہے، اور اس کی اطلاع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے:

"میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ حق پر ہو گا۔"[47]

مولانا تھانوی اس صورتحال کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں کہ جب روز بروز نت نئے فرقے پیدا ہوں گے تو عام انسان ان سب سے متاثر نہیں ہو گا، کیونکہ روزمرہ کے واقعات میں اثر انگیزی باقی نہیں رہتی۔ اس لیے سادہ اور متبع سنت طریقہ اختیار کرنا ہی سب سے بہتر ہے۔

بدعات و خرافات کے خلاف اصلاحی کوششیں

مولانا تھانوی نے برصغیر میں متصوفانہ غیر شرعی افعال اور بدعات کے خلاف ایک عظیم اصلاحی تحریک چلائی۔ انہوں نے واضح طور پر فرمایا کہ:

"توجہ و تصرف کوئی کمال نہیں ہے۔"

یعنی وہ صوفیاء جو مخصوص عملیات یا روحانی تصرفات کو اپنی کرامت یا ولایت کا ثبوت سمجھتے ہیں، وہ دراصل عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ان تصرفات کی نہ تو قرآن و حدیث میں کوئی اصل ہے، نہ ہی سلف صالحین کے طرزِ عمل میں اس کی مثال ملتی ہے۔

اسلامی تصوف میں بدعات و خرافات اور شاہ ولی اللہ دہلوی کا موقف

اسلامی تصوف، جس کی بنیاد سیرتِ نبویہ، زہد، اور طہارتِ نفس پر تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بعض غیر اسلامی رسوم و بدعات کا شکار ہو گیا۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے برصغیر کے صوفی حلقوں میں رائج شدہ غیر شرعی افعال پر سخت تنقید کی اور انہیں کتاب و سنت کے خلاف قرار دیا۔ ان کے مطابق:

"ایسی حالت کو کوئی فاسق و فاجر شخص بھی اپنی محنت سے حاصل کر سکتا ہے، جو کہ 'وجد' کے نام پر رقص و سرود میں ظاہر کی جاتی ہے، حالانکہ یہ تصوف یا ولایت کا معیار نہیں۔"[48]

مزارات پر رائج شدہ بدعات

شاہ ولی اللہ دہلوی اور دیگر علما نے مزاراتِ اولیاء پر انجام دیے جانے والے افعال مثلاً:

1. قبور کا طواف کرنا
2. قبور پر چادریں چڑھانا یا چومنا
3. منتیں ماننا
4. دھمال ڈالنا یا رقص کرنا

---

[47] تھانوی، اشرف علی، اشرف الجواب، مکتبہ اشرفیہ، لاہور، 2010، ص 95–96۔
Thanwi, Ashraf Ali. *Ashraf al-Jawab*. Lahore: Maktabah Ashrafiyah, 2010, pp. 95–96.

[48] (شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، نولکشور، لکھنؤ، 1916، جلد 2، ص 9)
Shah Waliullah. *Hujjat Allah al-Baligha*. Lucknow: Nawal Kishore Press, 1916, vol. 2, p. 9.

5. ساز و موسیقی کے ذریعے روحانیت تلاش کرنا

یہ افعال نہ صرف توحید کے منافی ہیں بلکہ سادہ مسلمانوں کو غیر شرعی راستوں پر ڈالنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"قبر پر چادر چڑھانا یا طواف کرنا کسی بھی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ امور شرک کے قریب تر ہیں۔"[49]

سماع اور وجد میں رقص

متصوفین کے حلقوں میں ڈھولک، سارنگی، اور قوالی جیسے آلاتِ موسیقی کے استعمال کو روحانیت کا ذریعہ سمجھا جانے لگا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 'وجد' کی آڑ میں رقص اور بے خودی کو ولایت کا معیار بنا دیا گیا۔ حالانکہ شریعتِ محمدی میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے واضح کیا:

"ایسے وجد کا اعتبار نہیں جس میں شرعی ضوابط پامال ہوں یا عقل و شریعت کی حدیں ٹوٹ جائیں۔"[50]

باطنیہ، نور بخشیہ، اور شیعی اثرات

اسلامی تصوف میں باطنیہ، نور بخشیہ، اور اسماعیلی فرقوں کی جانب سے دانستہ طور پر کئی عقائد شامل کیے گئے جن کا مقصد اسلام کی خالص روحانی تعلیمات کو مسخ کرنا تھا۔

عبداللہ بن سبا کی تحریک، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الوہیت کی حد تک پہنچاتی تھی، نے تصوف کے دامن کو بدعات سے آلودہ کر دیا۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ فرماتے ہیں:

"نور بخشی فرقہ کا بانی سید محمد نور بخش تھا جس نے نہ صرف مہدویت کا دعویٰ کیا بلکہ امام جعفر صادق سے براہِ راست روحانی فیض کا جھوٹا دعویٰ بھی کیا۔
اس کے پیروکار خلفائے ثلاثہ کی توہین کرتے اور شیعی نظریات کو تصوف کے لبادے میں چھپاتے رہے۔"[51]

---

[49](اشرف علی تھانوی، اصلاح الرسوم، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، 2005، ص24)

Thanwi, Ashraf Ali. *Islah al-Rusum*. Karachi: Dar al-Isha'at, 2005, p. 24.

[50](شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2012، جلد 1، ص85)

Shah Waliullah. *Izalat al-Khafa 'an Khilafat al-Khulafa*. Lahore: Maktabah Rahmaniyah, 2012, vol. 1, p. 85

[51](یوسف سلیم چشتی، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، مکتبہ فاران، لاہور، 2010، ص33–34)

Chishti, Yusuf Saleem. *The Infiltration of Non-Islamic Doctrines in Islamic Sufism*. Lahore: Maktabah Faran, 2010, pp. 33–34.

نتائج

1. اسلامی تصوف کی اصل بنیاد قرآن وسنت، سیرتِ نبوی ﷺ اور سلف صالحین کے مجاہدہ وزہد پر قائم ہے، جو کہ تطہیر قلب اور تزکیۂ نفس پر مرکوز ہے۔
2. ابتدائی صوفیاء کا طرزِ عمل شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے روحانیت، اخلاق اور قربِ الٰہی کے حصول پر مبنی تھا، جس کی بنیاد صحیح عقیدہ، سنت کی اتباع اور اخلاص پر استوار تھی۔
3. بعد کے ادوار میں بعض صوفی سلسلوں اور خانقاہی نظام میں غیر شرعی اعمال، غیر ثابت شدہ اذکار، کشف و الہام کو حجت بنانا، قبروں سے استعانت، وجد ورقص، اور سماع جیسی رسوم در آئے جو شریعت کی روح سے متصادم ہیں۔
4. بعض فلسفیانہ نظریات جیسے "وحدت الوجود"، "فنافی الشیخ"، اور "نیابتِ نبویہ" جیسے افکار کا اسلامی عقائد سے ہم آہنگ ہونا مشتبہ پایا گیا اور ان کا ماخذ غیر اسلامی فلسفیانہ مکاتبِ فکر (مثلاً ہندو، یونانی، نوافلاطونی) سے ملتا ہے۔
5. تصوف میں در آنے والے متعدد اعمال اور افکار کے لیے نہ قرآن وحدیث سے کوئی صریح دلیل موجود ہے اور نہ ہی صحابہ یا تابعین کے طرزِ عمل سے ان کی تائید ملتی ہے۔
6. کشف، الہام، اور باطنی تجلیات کو شریعت پر فوقیت دینا یا ان پر عقائد واحکام کی بنیاد رکھنا شریعتِ محمدی ﷺ کی صریح خلاف ورزی ہے۔
7. تصوف کے بعض موجودہ مظاہر دین کے فطری، توحیدی اور عقل و نقل پر مبنی مزاج کو مجروح کرتے ہیں اور بدعات وخرافات کو فروغ دیتے ہیں۔
8. احادیثِ نبویہ کے تنقیدی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدعت وغلو سے منع فرمایا اور دین میں اضافی غیر منصوص طریقوں کی سختی سے تردید فرمائی۔
9. اسلامی تصوف کی تجدید کا تقاضا ہے کہ تصوف کو اس کی اصل قرآنی، نبوی اور سلفی بنیادوں پر استوار کیا جائے تا کہ یہ دین کا معاون و مؤثر جزو بن سکے، نہ کہ تحریفات کا مجموعہ۔

سفارشات

1. اسلامی تصوف کی اصل روح، یعنی قرآن و سنت پر مبنی تزکیہ و احسان کے نظام کو اجاگر کرنے کے لیے علمی، تربیتی اور اصلاحی منصوبہ بندی کی جائے۔
2. خانقاہی نظام میں تعلیم و تربیت کا ایسا نصاب متعارف کروایا جائے جو شریعت فہمی، عقیدۂ صحیحہ، علمِ حدیث، اور اخلاقی تربیت پر مشتمل ہو۔
3. غیر شرعی اشغال، بدعی اذکار، اور خرافات کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے علمائے کرام اور صوفی مشائخ کی مشترکہ علمی و اصلاحی نشستیں منعقد کی جائیں۔
4. صوفی لٹریچر کی علمی چھان بین (تحقیقی تحقیق و تنقید) کی جائے، اور ایسی کتابوں اور رسومات کی اصلاح کی جائے جن میں باطل عقائد یا غیر شرعی اعمال کی ترویج کی گئی ہو۔
5. کشف و الہام کو شریعت کا مستقل ماخذ سمجھنے کے رجحان کو رد کرنے کے لیے عقلی و نقلی دلائل پر مبنی خطبات، دروس اور تحریریں عام کی جائیں۔
6. عقیدۂ توحید کی تعلیم کو تصوف کی بنیاد بنایا جائے تاکہ شرک آمیز تصورات، مثلاً استعانت بالغیر، توسل بالغیر مشروع، اور قبر پرستی سے نجات حاصل کی جاسکے۔
7. جدید تعلیمی اداروں، جامعات، اور دینی مدارس میں "اسلامی تصوف کا تنقیدی و تجدیدی مطالعہ" بطور مضمون شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل تصوف کی اصل حقیقت سے واقف ہو۔
8. حکومتی و غیر حکومتی سطح پر تصوف کے نام پر جاری غیر شرعی اور عوام کو گمراہ کرنے والے اشغال و اعمال کی نگرانی اور تادیبی کارروائی کی جائے۔
9. صوفیاء کی اصل تعلیمات (مثلاً امام غزالی، شیخ عبد القادر جیلانی، شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی وغیرہ) کو عام کیا جائے تاکہ خالص اور شریعت کے مطابق تصوف کو فروغ ملے۔
10. تصوف کو دین کے تابع بنانے اور بدعتوں سے پاک کرنے کے لیے تجدیدی تحریکوں کی سرپرستی کی جائے جو قرآن و سنت کی بنیاد پر روحانیت کی تشکیل نو کریں۔

خلاصہ

یہ تحقیق اسلامی تصوف کے اس خالص اور قرآنی تصور کی بازیافت کی ایک علمی کوشش ہے جو رسول اکرم ﷺ، صحابۂ کرام، تابعین اور ائمہ امت کی عملی زندگی سے اخذ کیا گیا تھا۔ تصوف، جب اپنی اصل روح میں ہو، تو وہ تزکیہ نفس، تطہیر قلب، اخلاص، تقویٰ اور تعلق باللہ کی ایک نہایت پاکیزہ صورت ہے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس میں مختلف تہذیبی، فلسفیانہ اور غیر اسلامی اثرات شامل ہوتے چلے گئے۔ اس تحقیق میں ان غیر شرعی اشغال اور نظریات کی نشاندہی کی گئی ہے جو تصوف کے نام پر اسلام میں داخل ہو کر عوام الناس کو بدعت وضلالت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ تحقیق میں صوفیانہ اشغال، جیسے غیر ثابت شدہ اذکار، غیر شرعی وظائف، قبروں سے استعانت، کشف والہام کو حجت بنانا، اور وحدت الوجود جیسے فلسفوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی ﷺ اور عملِ سلف کی روشنی میں ان افکار و اعمال کو پرکھا گیا ہے تاکہ اسلامی روحانیت کو بدعت و خرافات سے جدا کر کے اس کی تجدید و تطہیر کی راہ ہموار کی جا سکے۔ یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی تصوف کی اصلاح محض ایک فکری ضرورت نہیں بلکہ امت کی روحانی و عملی بقا کے لیے ایک دینی تقاضا ہے۔ تحقیق کا بنیادی مقصد تصوف کا رد یا اس سے انکار نہیں بلکہ اس کی تجدید، اصلاح، اور اسے قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی علمی و عملی دعوت دینا ہے تاکہ تصوف، دین اسلام کے ہم آہنگ نظام تزکیہ کے طور پر امت کی صحیح رہنمائی کا ذریعہ بن سکے۔

مصادرومراجع

1. اشرف علی تھانوی، حق السماع(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1992)
2. اشرف علی تھانوی، اصلاح الرسوم(ملتان: مکتبہ اشرفیہ، 1991)
3. اشرف علی تھانوی، تعلیم الدین، حصہ پنجم(کراچی: دار الاشاعت، 2003)
4. اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1990)
5. اشرف علی تھانوی، اصلاح الرسوم(ملتان: مکتبہ اشرفیہ، 1991)
6. اشرف علی تھانوی، حق السماع(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1992)
7. اشرف علی تھانوی، تعلیم الدین(کراچی: دار الاشاعت، 2003)
8. اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1990)
9. اشرف علی تھانوی، التعرف فی تحقیق التصرف، ضمن بوادر النوادر(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1994)
10. اشرف علی تھانوی، بوادر النوادر(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1994)
11. اشرف علی تھانوی، بہشتی زیور(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 2002)
12. عبدالباری ایروی، تجدید تصوف وسلوک(لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001)
13. اشرف علی تھانوی، ملفوظات حکیم الامت، جلد دوم(لاہور: مکتبہ اشرفیہ، 1996)
14. عبدالباری ایروی، تجدید تصوف وسلوک(لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001)،
15. خالد محمود، آثار الاحسان فی سیر السلوک والعرفان(لاہور: ادارہ کمالات اشرفیہ، 2010)
16. شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر(قاہرہ: دار الصحوۃ، 1407ھ)
17. شاہ ولی اللہ، تفسیمات العید، حوالہ: خالد محمود، آثار الاحسان فی سیر السلوک والعرفان، لاہور: محمود پبلیکیشن، 2006
18. اشرف علی تھانوی، قصد السبیل، تشریح: مفتی محمد شفیع(کراچی: ادارۃ المعارف، 2010)
19. امام ترمذی، سنن الترمذی، کتاب الفتن، تحقیق: علامہ البانی(بیروت: دار المعرفہ، 2010)
20. یوسف سلیم چشتی، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش(لاہور: الحمود اکیڈمی، 1997)

Bibliography

1. Flashes of Subtleties (Bawadir al-Nawadir). Lahore: Maktaba Ashrafia, 1994.
2. The Right to Listen (Haqq al-Sama‘). Lahore: Maktaba Ashrafia, 1992.
3. Protection of Faith (Hifz al-Iman). Lahore: Maktaba Ashrafia, 1990.
4. Reform of Customs (Islah al-Rusum). Multan: Maktaba Ashrafia, 1991.
5. Ashrafian Insights (Ma‘arif-e-Ashrafiyya: Sayings of the Sage of the Nation), Vol. 2. Lahore: Maktaba Ashrafia, 1996.
6. Ashrafian Insights (Ma‘arif-e-Ashrafiyya: Sayings of the Sage of the Nation), Vol. 4. Multan: Idara Talifat-e-Ashrafiyya, 2012.
7. Ashrafian Insights (Ma‘arif-e-Ashrafiyya: Sayings of the Sage of the Nation), Vol. 8. Multan: Idara Talifat-e-Ashrafiyya, 2017.
8. The Straight Path (Qasd al-Sabeel). Commentary by Mufti Muhammad Shafi. Karachi: Idarah al-Ma‘arif, 2010.
9. Religious Education (Ta‘lim al-Din), Part 5. Karachi: Dar al-Isha‘at, 2003.
10. Chishti, Yusuf Saleem. The Infiltration of Non-Islamic Doctrines into Islamic Mysticism. Lahore: Al-Hamood Academy, 1997.
11. Erwi, Abdul Bari. Renewal of Sufism and Spiritual Path. Lahore: Idara Islamiyat, 2001.
12. Mahmud, Khalid. The Traces of Benevolence in the Biography of the Spiritual Path and Gnosis, Vol. 1. Lahore: Idara Kamalat-e-Ashrafiyya, 2010.
13. Mahmud, Khalid. The Traces of Benevolence in the Biography of the Spiritual Path and Gnosis, Vol. 1. Lahore: Mahmood Publications, 2006.
14. Shah Waliullah. The Great Victory in the Principles of Exegesis (al-Fawz al-Kabir fi Usul al-Tafsir). Cairo: Dar al-Sahwa, 1407 AH.
15. Tirmidhi, Imam. Sunan al-Tirmidhi. Book of Trials (Kitab al-Fitan), Hadith 2210. Edited by Muhammad Nasir al-Din al-Albani. Beirut: Dar al-Ma‘rifah, 2010.